حکیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظِ حلیم الامّت نمبر ۲

حصولِ تقویٰ اور صحبتِ اہل اللہ

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

فرزند و نائب

خلیفہ مجاز بیعت

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

اور

شیخ المشائخ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور والد ماجد

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد مظہر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

وعظ : حصولِ تقویٰ اور صحبتِ اہل اللہ

واعظ : حکیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مقام : خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

مرتب : یکے از خدام حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ، مطابق ۲۸ مئی ۲۰۱۶ء

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس: 11182 رابطہ: 92.21.34972080+ اور 92.316.7771051+

ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ حکیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

تقریظ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نورِ چشم مولانا حکیم محمد مظہر میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کا وعظ حصولِ نسبت اور اس کا طریقہ اور نسبت کی ۴ اقسام کی شرح مسمّٰی بہ ”حصولِ تقویٰ اور صحبتِ اہل اللہ “کیسٹ سے سن کر نہایت مسرت ہوئی۔ احقر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہے۔ پورا بیان دردِ دل سے ہوا اور اثنائے بیان میں ان پر گریہ طاری ہونا بیان میں تاثیرِ مستزاد کا سبب ہوا۔ مولانا کے ہمراہ سامعین حضرات بھی روئے۔ احقر رحیم یار خان کے سفر سے جب واپس ہوا، احبابِ خصوصی نے اس بیان پر تحسین اور مبارک باد پیش کی۔ ایک دوست نے اس کی طباعت کے مصارف کے لیے اپنی خواہش ظاہر کی۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ مزید ترقی عطا فرمائیں اور موصوف کو میرے مرشد دامت برکاتہم کے فیوض و برکات کا امتِ مسلمہ کے لیے مظہرِ عظیم بنائیں، آمین۔

العارض

حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۸ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہٗ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حصولِ تقویٰ اور صحبتِ اہل اللہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ [۱]

حضرات! فقہ کا ایک مسئلہ ہے کہ اگر پانی نہ ہو تو تیمم سے کام چلایا جاتا ہے، لہٰذا آپ کو بھی کچھ دنوں تیمم سے کام چلانا ہوگا کیوں کہ حضرت والد صاحب دامت برکاتہم اس وقت بھی سفر پر ہیں پھر واپسی کے بعد دوبارہ طویل سفر (افریقہ و سعودیہ) شروع ہونے والا ہے۔

مٹی پانی کا خلیفہ کیوں ہے؟

ضمناً یہ بھی عرض ہے کہ پانی کا خلیفہ مٹی کو کیوں بنایا گیا حالاں کہ مٹی کے علاوہ کسی اور چیز کو بھی خلیفہ بنایا جاسکتا تھا، تو اس پر حضرت والد صاحب نے ایک عجیب و غریب بات ارشاد فرمائی ہے، جو نہ اس سے پہلے کسی سے سنی تھی اور نہ کسی کتاب میں میں نے پڑھی ہے، فرمایا کہ پانی کا خلیفہ مٹی کو اس لیے بنایا گیا ہے کہ پانی کا وجود مٹی کے اوپر برقرار رہتا ہے اور مٹی پانی سے سب سے قریب تر ہے اور جو جس کے جتنا زیادہ قریب ہوتا ہے اس کو اس کا نائب بنایا جاتا ہے اور مٹی پانی سے قریب تر ہے اس وجہ سے اس کو خلیفہ بنایا گیا۔

نصیحت مؤمنین کو نفع دیتی ہے

حضرات! اللہ ربّ العزت نے قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ

---

[۱] التوبۃ: ۱۱۹

وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ [۲]

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نصیحت فرمایئے کیوں کہ بے شک نصیحت مؤمنین کو فائدہ دیتی ہے۔

الحمدللہ! ہم سب مؤمن ہیں۔ تو بار بار نصیحت کا حکم اس لیے ہے کہ جس طرح غذاؤں کا تکرار انسانوں کو فائدہ دیتا ہے اسی طرح نصیحت کا تکرار بھی مؤمنین کو نفع دیتا ہے۔ دیکھیے! انسان جب پیدا ہوتا ہے، وہ اس وقت سے موت تک مسلسل غذا استعمال کرتا رہتا ہے، اور ان ہی غذاؤں کا مسلسل تکرار ہوتا ہے۔ اسی طرح دین کی باتوں کا جتنا زیادہ تکرار ہوگا اتنا ہی زیادہ فائدہ ہوگا، اور ہدایت کا وقت کسی کو معلوم نہیں، کیا خبر کس کو کس وقت ہدایت نصیب ہو جائے۔

نیک بات کی تلقین ترک نہ کریں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھتیجے حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سگریٹ بہت پیا کرتا تھا۔ تو میں نے اس کو بارہا سمجھایا کہ تم سگریٹ مت پیا کرو، اس لیے کہ اس سے پھیپھڑے خراب ہوتے ہیں اور منہ کے اندر بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچی پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے اس لیے کہ اس کی بو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے، تو سگریٹ میں بھی تو سخت بو ہوتی ہے، لہٰذا ظاہر ہے اس سے بھی فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہوگی۔

لیکن اس شخص نے پھر بھی اس کو ترک نہ کیا تو حضرت مولانا شبیر علی صاحب نے فرمایا کہ میں نے بھی اس کو کہنا نہ چھوڑا، باربار کہتا ہی رہا، کیوں کہ جب اس نے اپنی بُرائی پر استقامت اختیار کی ہوئی ہے تو میں اپنی نیکی یعنی امر بالمعروف کو کیوں چھوڑدوں۔ آج کل اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو نماز کے لیے کہا ہے، ایک دفعہ کہا، دو دفعہ کہا، پھر میں نے کہنا ہی چھوڑ دیا ہے کیوں کہ وہ تو اس کی سنتا ہی نہیں ہے، لہٰذا بار بار کہنے سے کیا فائدہ؟ تو یہ بات بڑے افسوس کی ہے کہ وہ اپنی بُرائی پر جما رہے اور ہم اپنی نیکی پر قائم نہ رہیں اور

۲؎ الذّٰریٰت:۵۵

مایوس ہو کر اس کو چھوڑ بیٹھیں حالاں کہ ہمیں تو یہ چاہیے کہ ہم بار بار کہتے رہیں، چاہے وہ مانے یا نہ مانے۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس طرح میں نے سو مرتبہ اس کو کہا مگر اس نے سگریٹ پینا نہ چھوڑا، ادھر میں نے کہنا نہ چھوڑا، چناں چہ میں نے پھر اس سے کہا کہ سگریٹ پینا چھوڑ دو اس لیے کہ اس میں نقصان ہے تو ایک سو ایک مرتبہ پر اس نے اپنی سگریٹ بجھادی اور کہا کہ اب زندگی میں پھر کبھی سگریٹ نہیں پیوں گا۔ دیکھیے! بار بار کہنے نے اس کو نفع دیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ لوگوں کو نصیحت فرماتے رہیے اس لیے کہ نصیحت ضرور مؤمن کو فائدہ دیتی ہے۔ تو الحمد للہ! ہم سب کے سب مؤمن بندے ہیں لہٰذا دین کی بات ضرور ہمیں فائدہ دے گی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جب بار بار کسی بُرائی کی مذمت کو بیان کیا جاتا ہے تو آہستہ آہستہ لوگوں پر اس کا اثر ہوتا رہتا ہے اور آخر کار اللہ کے فضل و کرم سے آدمی اس بُرائی کو چھوڑ ہی دیتا ہے۔

اٰمَنُوْا کو صیغۂ ماضی سے ذکر کرنے کی وجہ

اس وقت میں نے قرآن کریم کی جو آیت تلاوت کی ہے کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اللہ تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تم تقویٰ اختیار کرو اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو۔ اللہ ربّ العزت نے اس آیت کے اندر مؤمنین کے ایمان کو صیغہ فعل ماضی سے بیان کیا ہے کیوں کہ ایمان کا وجود انسان سے ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے، انسان ایمان ایک ہی مرتبہ لاتا ہے، جس نے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو اخلاص کے ساتھ ایک ہی دفعہ پڑھ لیا بس وہ مؤمن ہو گیا۔

کلمہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست بنا لیتے ہیں

کلمہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ ولایتِ عامّہ عطا فرماتے ہیں، محض اس کلمہ کی برکت

سے جب اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب ہوتی ہے تو اسی وقت اللہ تعالیٰ اس کو اپنی دوستی کے لیے منتخب فرمالیتے ہیں، چناں چہ قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا[۳]

یعنی اللہ ربّ العزت اس شخص کو جو ایمان لایا، اپنا دوست بنالیتے ہیں۔ اگرچہ ایمان لانے کے بعد اس نے اب تک کوئی اور نیک عمل نہیں کیا ہے، صرف ایمان لایا ہے۔ بس ایمان لاتے ہی اللہ ربّ العزت اس کو ولایتِ عامّہ عطا فرمادیتے ہیں۔ آیت مذکورہ میں اٰمَنُوۡا کو صیغۂ ماضی سے بیان کیا کہ جو ایک ہی مرتبہ ایمان لایا تو وہ مؤمن ہوگیا۔

ایمان ایک عظیم دولت ہے

اس ارشادِ خداوندی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ایمان ایک عظیم دولت ہے جس کا دنیا میں کوئی بدل نہیں ہے اگرچہ ہمیں اس کی عظمت اور اہمیت کا کوئی اندازہ نہیں ہے، لہٰذا جتنے بھی لوگ اس دنیا میں پیدا ہوئے اور پیدا ہونے کے بعد انہوں نے کلمہ پڑھ لیا لیکن اس کے بعد کسی بھی فریضہ کی ادائیگی کا ان کو موقع ہی نہیں ملا، نہ نماز، نہ روزہ، نہ زکوٰۃ، غرض یہ کہ کسی بھی عمل کا ان کو موقع نہیں ملا اور اسی حالت میں وہ دنیا سے رخصت ہوگئے تو وہ اس کلمہ کی برکت سے سیدھا جنّت میں چلے گئے۔

صرف کلمہ پڑھنے کی برکت سے جنّت مل گئی

پہلے بھی یہ واقعہ عرض کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جہاد ہورہا ہے اور خوب زور کی لڑائی ہورہی ہے اور دورانِ جہاد ہی ایک مشرک کی نظر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر پڑتی ہے اور دور ہی سے اس کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکلتے ہیں کہ ھٰذَا الۡوَجۡہُ لَیۡسَ بِکَاذِبٍ، اتنا پیارا چہرہ کسی جھوٹے نبی کا نہیں ہوسکتا ہے اور فوراً کلمۂ اسلام اس کی زبان سے نکل جاتا ہے اور زبانِ قال سے عرض کرتا ہے

[۳] البقرۃ:۲۵۷

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اتنے میں ایک صحابی کی تلوار اس کو لگتی ہے اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو آپ حضرات بتلائیے کہ وہ کہاں گیا؟ ظاہر ہے کہ سیدھا جنت میں گیا۔ تو کیا اس نے سوائے اس کلمہ کے کوئی اور عمل کیا تھا؟ معلوم ہوا کہ اس کلمہ ہی کی برکت سے وہ سیدھا جنّت میں پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت میں جان دینے والوں کے ایمان افروز واقعات

ایک بدّو اعرابی دیہاتی بہت دور سے سفر کرکے آیا اور مدینہ منورہ میں پہنچ کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کرتا ہے کہ اَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں ؟ چوں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا نہیں ہوں اور باہر سے آرہا ہوں، البتہ اتنا میں نے ضرور سنا ہے کہ نبی آخر الزمان نے اپنی بعثت کا اعلان فرمایا ہے تو آپ حضرات مجھے یہ بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجدِ نبوی کی طرف اشارہ کرکے بتاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ تو وہ دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بہت طویل سفر کرکے آرہا ہوں اور راستے میں میرے پاس زادِ راہ کے طور پر کچھ نہیں تھا حتّٰی کہ میں نے گھاس اور درختوں کی جڑوں کو دھو دھو کر بطور غذا کے استعمال کیا ہے اور میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے آنے کا مقصد دریافت فرماتے ہیں کہ تمہارے آنے کی کیا غرض ہے؟ تو اس نے کہا کہ صرف یہ بات پوچھنے آیا ہوں کہ ایمان کیا چیز ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت اور شفقت سے اس کو بٹھایا اور ایمان کے بارے میں اس کو بتلایا تو اس نے کلمہ پڑھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور کلمہ پڑھنے کے بعد اس کو اس بات کی فکر ہوئی کہ اس کلمہ کو جلد سے جلد اپنی قوم تک پہنچاؤں۔ لٰہذا وہ فوراً اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور اپنے قبیلہ کی طرف روانہ ہوا، ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اچانک اونٹ

کے اوپر سے گرا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ صحابہ کرام نے آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ابھی جو دیہاتی آپ کے پاس آیا تھا اور کچھ دیر آپ کی خدمت میں رہا تھا، وہ مسجد سے نکل کر ابھی تھوڑا ہی چلا تھا کہ اونٹ پر سے گر کر اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بنفسِ نفیس تشریف لاتے ہیں اور اس کی طرف دیکھ کر ارشاد فرماتے ہیں اگر تم میں سے کوئی کسی جنتی کو دیکھنا چاہے تو اس کو دیکھ لے۔

دیکھیے! ابھی اس نے کلمہ پڑھا اس کے بعد ابھی نہ کوئی نماز پڑھی اور نہ دین کا کوئی اور کام کیا ہے لیکن وہ اس کلمہ کی برکت سے سیدھا جنّت میں چلا جاتا ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بشارت دے رہے ہیں۔

اور ایک شخص مسجدِ نبوی میں آکر اسلام قبول کرتا ہے اور اسلام قبول کرنے کے بعد پوچھتا ہے کہ میرے ذمہ اب کیا کام ہے؟ اور مجھے کیا کرنا چاہیے؟ تو اس وقت مسجدِ نبوی میں جو استاد تھے، انہوں نے فرمایا کہ پہلے قرآن کریم صحیح کر لو، اللہ کا کلام ہے اور احکم الحاکمین کا کلام ہے تاکہ تمہیں نماز میں بھی اور دوسرے مواقع پر بھی آسانی ہو، اس نے ان استاد سے پڑھنا شروع کیا اور انہوں نے پڑھانا شروع کیا۔ ابھی چند ہی حروف پڑھائے تھے کہ اتنے میں مسجدِ نبوی میں اذان شروع ہوئی تو استاد نے کہا کہ اذان کا جواب دینا ضروری ہے، لہٰذا قرآن کریم کو بند کر و اور اذان کا جواب دو، جب اذان ختم ہو جائے تو دوبارہ تلاوت شروع کرنا۔ تو اس نے تلاوت بند کر دی اور جیسے ہی مسجدِ نبوی سے یہ آوازِ اذان اس کے کانوں سے ٹکرائی کہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اَللّٰہُ اَکْبَرْ، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، تو اس نے جواب دیا اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ مسجدِ نبوی سے پھر آواز آئی اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو اس نے جواب دیا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پھر مؤذن نے کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن اچانک اس کی نظر روضۂ اقدس پر پڑتی ہے اور دل کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جوش مارتی ہے، اس نے ضبط کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ضبط نہ کر سکا۔ ایک چیخ ماری اور وہیں اس کی روح پرواز کر گئی۔ اب بتائیے کہ وہ کہاں گیا؟ ان شاء اللہ جنّت میں جائے گا۔

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا تکمیلِ حدیث کا قابلِ رشک انداز

امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں جن کے درس میں سینکڑوں طلبہ اور اس وقت کے محدثین شرکت کیا کرتے تھے، جب آپ حدیث پاک پڑھایا کرتے تھے اس وقت ایک عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ آج ہم لوگ حدیث سنتے ہیں اور دوسروں کو سناتے ہیں لیکن ہمارے اندر حدیث پاک کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، لیکن جب کوئی صاحبِ نسبت اور اللہ والے حدیث پڑھتے یا پڑھاتے ہیں تو اس وقت ان کے دلوں میں خیال آتا ہے کہ یہ وہی الفاظ مبارک ہیں جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے چودہ سو سال پہلے نکل کر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی فضاؤں میں گونجتے رہتے تھے، آج اللہ کے کچھ بندے اللہ کے فضل و کرم سے وہ الفاظ مبارک اپنی زبانوں سے من و عن ادا کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں اور ہم لوگ اپنے کانوں سے ان الفاظ کو سننے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ ایک ایک حدیث کے لیے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کتنا کتنا سفر کیا کرتے تھے۔ آج چوں کہ یہ حدیثیں ہمیں آسانی سے مل جاتی ہیں، اس لیے ان کی قدر نہیں ہے۔

تو میں امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عرض کررہا تھا، فتح الباری شرح بخاری میں علامہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وَقَدْ رَوَى بْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ فِيْ تَرْجَمَةِ أَبِيْ زُرْعَةَ أَنَّهُ لَمَّا احْتُضِرَ امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی میں امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب ان کا آخری وقت آیا أَرَادُوْا تَلْقِيْنَهُ تو ان کے شاگردوں نے یہ ارادہ کیا کہ انہیں کلمہ طیبہ کی تلقین کریں فَتَذَكَّرُوْا حَدِيْثَ مُعَاذٍ توانہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث یاد دلائی ہی تھی کہ فَحَدَّثَهُمْ بِهِ أَبُوْ زُرْعَةَ بِإِسْنَادِهِ امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ مکمل حدیث بیان کی وَخَرَجَتْ رُوْحُهُ فِيْ اٰخِرِ قَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اور جب لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو آپ کی روح پرواز کرگئی۔[۴]

---

[۴] فتح الباری لابن حجر:۳/۱۰۹، کتاب الجنائز، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

امام ابوزرعہ دورانِ درس جب اس حدیث پر پہنچے کہ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اتنا ہی کہا تھا کہ وقت آپہنچا اور روح پرواز کرگئی۔ طلبہ کرام نے کہا کہ آہ! امام اس حدیث کو مکمل بھی نہ کرسکے۔ لیکن جو محدثین کرام درس میں شریک تھے انہوں نے کہا کہ نہیں! نہیں! بلکہ امام نے تو حدیث کو مکمل کردیا ہے۔ طلبہ نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو حضرات محدثین نے کہا کہ کبھی کام کو قولاً پیش کیا جاتا ہے اور کبھی عملاً پیش کیا جاتا ہے، جیسا کہ اساتذۂ کرام اور قراء حضرات جب بچوں کو پڑھاتے ہیں اور قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں تو وہ بچوں سے کہتے ہیں کہ بچو! سبق یاد کرلو، ورنہ... اور ورنہ کہہ کر چھڑی دکھادیتے ہیں تو بچے اس سے سمجھ جاتے ہیں کہ اگر سبق یاد نہ کیا تو ضرور پٹائی ہوجائے گی، اگرچہ استاد نے زبان سے کچھ نہیں کہا ہے۔

اسی طرح امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے زبان سے صرف اتنا کہا کہ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (یعنی جس نے اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا) اتنا کہہ کر جنت میں داخل ہوگئے کیوں کہ اگلا جملہ تھا دَخَلَ الْجَنَّةَ (یعنی جنت میں داخل ہوگیا) تو پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہوا کہ جس نے بھی اخلاصِ قلب کے ساتھ اس کلمہ کو پڑھ لیا ضرور بالضرور وہ جنت میں داخل ہوگیا۔[۵]

یہ ایمان اللہ کی دی ہوئی ایک بہت بڑی نعمت ہے، خدا جس پر یہ فضل فرمادے تو اس سے بڑھ کر بادشاہت کیا ہے، اس ایمان کے سامنے ساتوں آسمان وزمین ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔

تکمیلِ ایمان کا مدار

ایمان کی تکمیل تین چیزوں سے ہوتی ہے: محبت، عقیدت اور اطاعت۔ نجات کے لیے صرف محبت کافی نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کمالِ محبت واطاعت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ تجارت کے سلسلہ میں شام کا سفر

---

۵ فتح الباری للعسقلانی: ۱۰۹/۳، کتاب الجنائز، دار المعرفة، بیروت، ذکره بلفظ وَقَدْ روی بن أَبِي حَاتِمٍ فِي تَرْجَمَةِ أَبِي زُرْعَةَ أَنَّه لَمَّا احْتُضِرَ أَرَادُوا تَلْقِينَه فَتَذَكَرُوا حَدِيثَ مُعَاذٍ فَحَدَّثَهُمْ بِه أَبُو زُرْعَةَ بِإِسْنَادِه وَخَرَجَتْ رُوحُه فِي اٰخِرِ قَوْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله

کیا، وہاں راستے میں ایک خواب دیکھا اور بحیرا راہب (جس کا نام جرجیس تھا جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی علامات سے بخوبی واقف تھا) کے سامنے بیان کیا۔

اس نے سوال کیا: مِنْ اَيْنَ اَنْتَ؟ کس شہر کے رہنے والے ہو؟

جواب دیا: مِنْ مَّكَّةَ۔

پھر سوال کیا: مِنْ اَيِّهَا؟ اَیْ مِنْ اَيِّ الْقَبِيْلَةِ کس قبیلہ کے رہنے والے ہو؟

جواب دیا: مِنْ قُرَيْشٍ۔

پھر سوال کیا: فِیْ اِیْشْ اَنْتَ؟ یعنی کیا مشغلہ ہے؟

جواب دیا: تَاجِرٌ تاجر ہوں۔

تو راہب نے کہا: صَدَقَ اللهُ رُؤْيَاكَ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ نَبِيٌّ مِّنْ قَوْمِكَ تَكُوْنُ وَزِيْرَهٗ فِيْ حَيَاتِهٖ وَ خَلِيْفَتَهٗ بَعْدَ مَوْتِهٖ تم اس خواب کو کسی پر ظاہر مت کرو، عنقریب نبی آخر الزمان ظاہر ہونے والے ہیں، یعنی تم ان کی زندگی میں ان کے وزیر رہو گے اور ان کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ بنو گے۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

يَا مُحَمَّدُ مَا الدَّلِيْلُ عَلٰى مَا تَدَّعِيْ؟

آپ جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدَّلِيْلُ عَلٰى مَا اَدَّعِيْ رُؤْيَاكَ الَّتِيْ رَاَيْتَهَا بِالشَّامِ فَاَخْبَرَنِيَ اللهُ بِالْوَحْيِ

یعنی میرے مدعیٰ پر دلیل وہ خواب ہے جو تم نے ملکِ شام میں دیکھا تھا، اللہ نے مجھ کو وحی کے ذریعے سے اس کی خبر کر دی۔

حالاں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پوری دنیا سے اس کو چھپائے ہوئے تھے حتّٰی کہ اپنے ماں باپ اور بیوی کو بھی نہیں بتایا تھا:

فَعَانَقَهٗ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ[٦]

تو آپ جوشِ محبت وعقیدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور آپ کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیا اور کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر اپنا جان ومال سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لٹادیا۔ اور ہر بات میں، ہر چیز میں سو فیصد اطاعت کا ثبوت پیش فرمایا۔ اس طرح آپ نے محبت، عقیدت اور اطاعت کے ذریعے سے تکمیلِ ایمان کا سب سے اعلیٰ نمونہ پیش کر دیا۔

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت کے موقع پر ابولہب کا اظہارِ خوشی

اس کے برعکس ابو لہب کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی اور ایسی محبت تھی کہ جب اس کی باندی ثوبیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کی خوش خبری جاکر اس کو دی تو اس خوشی میں اس نے ثوبیہ کو آزاد کر دیا، لیکن بعثت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ[٧]

آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور اپنی نبوت کا اعلان فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ

يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا[٨]

یعنی اے لوگو! لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہہ لو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

تو اسی ابولہب نے اس وقت غصے میں کہا:

تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا[٩]

یعنی تمہاری ہلاکت ہو، کیا تم نے اسی غرض سے ہمیں جمع کیا تھا!

٦؎ الخصائص الکبرٰی:۱/۹۲(۱۴۷۵)

٧؎ الشعرآء:۲۱۴

٨؎ مصنف ابن ابی شیبۃ:۲۰/۲۴۲(۳۷۷۲۰)

٩؎ صحیح البخاری:۲/۷۴۳،(۴۹۸۸)،باب قولہ:سیصلٰی نارًا ذات لھب،المکتبۃ المظھریۃ

پھر اپنے کفر کی لعنت کے ساتھ اس کی موت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ نِرا دعوائے محبت بیکار ہے جب تک کہ وہ صحیح معنیٰ میں محبت نہ ہو اور محبت کو عظمت و عقیدت اور اطاعت کے ساتھ جمع نہ کیا جائے۔

اِتَّقُوْا کو صیغۂ امر سے ذکر کرنے کی وجہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ[۱]

اے ایمان والو! تم سب متقی ہو جاؤ۔

اِتَّقُوْا صیغہ امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں، حال اور استقبال۔ لٰہذا مطلب یہ ہوا کہ تم تقویٰ اختیار کرو، ہمہ وقت تقویٰ سے رہا کرو اور گناہوں سے بچتے رہا کرو اور یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی تمہارا تقویٰ ٹوٹ بھی سکتا ہے، لیکن پھر بھی تم تقویٰ پر قائم رہ سکتے ہو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ خدانخواستہ جب بھی تقویٰ ٹوٹے تو فوراً توبہ و استغفار کرکے، معافی مانگ کے دوبارہ دربارِ خداوندی میں آجاؤ۔ یہ نہیں کہ گڑھے میں گر گئے تو گرے پڑے رہو بلکہ فوراً توبہ کرکے ہمارے دربارِ خاص میں پھر آجاؤ، کسی شاعر نے اس کو کیا خوب بیان کیا ہے کہ؂

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبرو بت پرستی باز آ

ایں در گہ ما در گہ نو امیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے! اگر تو گناہ گار ہے، نالائق ہے، سو سو بار تیری توبہ ٹوٹی ہے پھر بھی تو مت گھبرا، کچھ پروانہ کر، ارے! تو آگے تو بڑھ، واپس تو آ، میرے بندے! تو واپس تو آ میری بارگاہ میں۔ حتّٰی کہ اگر تو کافر ہے یا آتش پرست ہے یا بت پرست

[۱] التوبۃ:۱۱۹

بھی ہے، پھر بھی تجھے بلاتا ہوں کہ آ! میری آغوشِ کرم میں واپس آجا۔ میرے بندے، تیرے لیے سوائے میری بارگاہ کے کوئی جائے پناہ بھی ہے؟ سو سو بار توبہ ٹوٹنے کے باوجود میری رحمت ومغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

توبہ سے متعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بے مثال اشعار

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے؎

اِلٰهِیْ عَبْدُكَ الْعَاصِیْ اَتَاكَ
مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاكَ

فَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَاكَ اَهْلٌ
وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ یَّرْحَمْ سِوَاكَ

اے اللہ! آپ کا گناہ گار بندہ آپ کے دروازے پر حاضر ہے، اپنے گناہوں کا معترف ہے۔ اگر آپ اس کو معاف فرمادیں تو بے شک یہ آپ کی رحمت ہوگی، لہٰذا آپ مغفرت فرماہی دیجیے۔ اور اگر آپ نے اس کو اپنے دربار سے دور کردیا تو اس کے لیے اور کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

شیطان گناہ گار انسان کو مایوس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم سے اتنی اتنی بار گناہ ہوچکا ہے، پھر تم اللہ کی بارگاہ میں کیوں جاتے ہو؟ اور اللہ والوں کے پاس کیوں جاتے ہو؟ خبردار! کبھی شیطان کے دھوکے میں نہ آنا۔ معافی مانگنے سے معافی ضرور مل جائے گی، ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت غیر محدود ہے

دوستو! عزمِ مصمّم کرلو کہ گناہ نہیں کروں گا، اگرچہ جان چلی جائے۔ پھر بھی اگر گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ کرکے پھر اپنے اللہ کے دربار میں پہنچ جاؤ۔ دیکھیے! کراچی کی آبادی اس وقت ایک کروڑ سے زائد ہے تو ایک کروڑ انسانوں کا پیشاب اور پاخانہ اسی سمندر میں جاگرتا ہے۔ یہ سمندر اللہ تعالیٰ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے۔ اس ادنیٰ مخلوق کی ایک لہر آتی ہے اور ساری نجاستوں کو ایک ہی دفعہ میں پاک کردیتی ہے۔ یہاں تک کہ اسی پانی سے ہم اور آپ سب

وضو کر سکتے ہیں اس سے نماز پڑھ سکتے ہیں بلکہ مفتی اعظم بھی اس سے وضو کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں اور پڑھا بھی سکتے ہیں، جب ایک ادنیٰ مخلوق کی لہر کا یہ اثر ہے تو اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت و مغفرت کی لہر کا کیا عالم ہو گا! اس لیے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ[۱۱]

یعنی اپنے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

اَلَا كُلُّكُمْ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ[۱۲]

یعنی خوب سن لو! یہ ضرور ہے کہ تم سب خطا کار ہو، لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ بہترین خطاکار وہ ہے جو بہت زیادہ توبہ کرنے والا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ[۱۳]

یعنی جس شخص نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے کبھی گناہ ہی نہ کیا ہو۔

اَلتَّائِبُ اسمِ فاعل ہے اور اس پر الف لام داخل ہے اور اسمِ فاعل پر جب الف لام داخل ہوتا ہے تو وہ معنیٰ میں اسمِ موصول کے ہو جاتا ہے، اَیِ الَّذِیْ تَابَ۔ اور اللہ ربّ العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ[۱۴]

بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔

---

[۱۱] الزمر: ۵۳

[۱۲] جامع الترمذی: ۲/۶۷، باب الاستغفار والتوبۃ، ایچ ایم سعید

[۱۳] مشکوٰۃ المصابیح: ۲۰۶، باب الاستغفار والتوبۃ، المکتبۃ القدیمیۃ

[۱۴] البقرۃ: ۲۲۲

حدیثِ قدسی کی تعریف

اور اس سے متعلق ایک حدیثِ قدسی بھی ہے۔ حدیثِ قدسی کی تعریف یہ ہے کہ هُوَ الْكَلَامُ الَّذِيْ يُبَيِّنُهُ النَّبِيُّ بِلَفْظِهٖ وَيُنْسِبُهٗ اِلٰى رَبِّهٖ[۱۵] وہ کلام جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں بیان فرمائیں اور اس کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کریں۔

گناہ گاروں کا نالہ و فریاد ان کی تسبیحات سے زیادہ محبوب ہے

تفسیر روح المعانی میں ایک حدیثِ قدسی مذکور ہے کہ

لَاَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ[۱۶]

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت نے فرمایا ہے کہ گناہ گاروں کا نالہ و فریاد مجھے اتنا محبوب ہے کہ جو لوگ سبحان اللہ، سبحان اللہ اور الحمد للہ کی تسبیحات میں لگے ہوئے ہیں، میرے گناہ گار بندوں کا نالہ و فریاد مجھ کو ان کی تسبیحات سے زیادہ محبوب ہے، کیوں کہ بادشاہ کے خزانہ میں جس چیز کی کمی ہوتی ہے وہاں اس چیز کی بڑی قدر ہوتی ہے اور بڑی قیمت پر اس چیز کو درآمد کیا جاتا ہے، تو اللہ ربّ العزت کے شاہی خزانے میں آہ و نالہ اور آنسو نہیں ہے، اس لیے وہاں اس کی بڑی قدر ہے۔

تو ہمارے سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے سے اللہ کی عظمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے کی برکت سے ہم خود گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔

مایوسی کفر ہے

بعض لوگوں کو شیطان مایوس کرتا ہے کہ تم نے اتنے اتنے گناہ کیے ہیں اب کس منہ سے اللہ والوں کے پاس جاؤ گے، کس منہ سے اب اللہ تعالیٰ کو یاد کرو گے؟ اس مایوسی کو

---

[۱۵] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۳۰، کتاب الایمان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۱۶] روح المعانی: ۳۰/۱۹۶، القدر (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

حضرت بابا نجم الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازِ صحبت تھے کس خوبی سے اپنے دو شعروں سے دور فرمادیا اور ان کی ناامیدی کو آس سے بدل دیا۔ سبحان اللہ! کیا قیمت لگائی ہے حق تعالیٰ نے اپنے گناہ گار بندوں کے نالہ وفریاد کی۔ چناں چہ حضرت بابا نجم الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مجھے اس کریم مطلق کے کرم کا آسرا ہے

ابے او گناہ کے بچے مجھے کیوں ڈرا رہا ہے

اور حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندے سے کوئی خطا ہو جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے روتا ہے اور مناجات کرتا ہے اور اس کے دل سے بار بار آہ نکلتی ہے کہ یا اللہ مجھ سے گناہ ہو گیا ہے، اے اللہ! مجھے معاف فرمادے، غرض ندامت کے آنسو بہاتا ہے، گڑگڑاتا ہے تو اس کی ایک ایک آہ سے قلب وجاں کو لطفِ جنّت محسوس ہوتا ہے۔ حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

جنتیں مل گئی ہیں آہوں کی

ایسی تیسی مرے گناہوں کی

اس آہ وزاری کرنے والے اور گناہوں کے غم سے رونے دھونے والے بندے کو دیکھ کر شیطان وہاں سے اپنی دم دبا کر بھاگ جاتا ہے اور کفِ افسوس ملتا اور ہائے ہائے کرتا رہتا ہے۔ تو اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم سب متقی ہو جاؤ، تقویٰ والے ہو جاؤ۔

متقی رہنا اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ باوضو رہنا

ایک شخص نے مجددِ زمانہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت متقی بننا تو بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح ہر وقت باوضو رہنا آسان ہے، ویسا ہی متقی رہنا بھی بالکل آسان ہے کہ جب وضو ٹوٹ گیا تو آدمی دوبارہ وضو کرلیتا ہے اور باوضو شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر تقویٰ ٹوٹ جائے تو فوراً دو رکعت پڑھ کر معافی مانگ لو اور اللہ کے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ شاعر نے اسی کو کہا ہے ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

کہ سو بار بھی اگر توبہ ٹوٹ جائے پھر بھی میری بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ، میرے علاوہ تمہارے لیے کوئی اور جائے پناہ نہیں ہے اور بے شک اللہ پاک کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے کہ جس کے پاس جاکر ہم پناہ حاصل کریں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ بس صرف اللہ ہی کے پاس قرار ہے، سکون ہے اور آرام ہے اور وہی ہمارا آسرا ہے، جائے پناہ ہے۔

اہل اللہ کی کتنی صحبت اختیار کی جائے؟

حضرات! اللہ ربّ العزت نے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور اس کے ساتھ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے ذریعے صادقین کاملین یعنی اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل اللہ کی کتنی صحبت اختیار کی جائے کہ جس کا یہاں حکم دیا جارہا ہے؟ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ

خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ[۱۷]

تم ان کی اتنی صحبت اختیار کرو کہ تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ۔

اہل اللہ کی تعریف

اہل اللہ سے وہ اللہ والے مراد ہیں جو سنت و شریعت کے پابند ہوں اس لیے کہ شریعت اسٹرکچر (structure) یعنی بنیاد ہے اور طریقت فنشنگ (finishing) یعنی رنگ وروغن ہے، ایسے ہی اہل اللہ کی صحبت نہایت اہم اور ضروری ہے۔

ذکر کا مکمل نفع شیخ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے

حسن العزیز جلد ا، صفحہ ۳۲ پر حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے:

[۱۷] روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

”بدون (بغیر) صحبتِ شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحات پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نِرا ذکر کافی نہیں۔ اس کے لیے صحبتِ شیخ شرط ہے۔ پہلے میرا خیال یہ تھا کہ شیخ کے پاس رہنے کی ایسی ضرورت نہیں، لیکن اب تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ جو نفع شیخ کے پاس رہ کر ہوتا ہے وہ دور رہ کر نہیں ہوتا۔ صحبت میں بالخاصّہ اثر ہے، جیسے مقناطیس میں لوہے کے کھینچنے کا اثر ہے۔ اس اثر کی کوئی خاص وجہ نہیں بتلائی جاسکتی۔ واقعی خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔“

صحبتِ اہل اللہ کا سب سے بڑا فائدہ

اسی صفحہ پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صحبتِ اہل اللہ سے ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہوجاتی ہے کہ جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا، خواہ گناہ اور فسق وفجور سب ہی کچھ اس سے وقوع میں آئیں لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجائے۔ مردودیت کی نوبت نہیں پہنچتی۔ برخلاف اس کے ہزاروں برس کی عبادت میں بھی بالذات یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے۔ چناں چہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی۔ یہی معنیٰ ہیں اس شعر کے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

کیوں کہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو ہمیشہ کے لیے محفوظ کردے، ہزارہا سال کی ایسی عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔

اہلِ علم کے لیے صحبتِ شیخ کی اہمیت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یاد رکھو! کہ صحبت بدون علم متعارف کے مفید ہوسکتی ہے مگر علم متعارف بدون صحبت کے بہت کم مفید ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج کل بہت سے علماء نظر آتے ہیں مگر ان میں کام کے دو چار ہی ہیں جن کو کسی کامل کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔

دیکھیے! گلاب کے پاس رہنے سے مٹی میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اہلِ محبت کے پاس رہنے سے خدا کی محبت اور دین کے ساتھ مناسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سرورِ عالم کی صحبت ہی کی وجہ سے وہ فضیلت ملی کہ آج کوئی امام اور فقیہ اور کوئی بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ حالاں کہ وہ زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے بلکہ بہت سے علوم تو صحابہ کے بعد پیدا ہوئے، ان کے زمانہ میں ان علوم کا پتا بھی نہیں تھا جو آج کل کثرت سے موجود ہیں۔ ان کا یہی کمال تھا کہ وہ ان علوم میں مشغول نہ ہوئے تھے۔ بس صحابہ کا بڑا کمال یہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا، آپ کی صحبت ان کو نصیب تھی۔ اس سے صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت کھل کر واضح ہو جاتی ہے، لیکن شیطان یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اہل اللہ کے پاس جائیں اور اللہ والے بن جائیں۔

روحانی نفع کے لیے مناسبتِ شیخ ضروری ہے

بعض دفعہ شیطان دل میں یہ وسوسہ بھی ڈالتا ہے کہ دیکھو! فلاں بزرگ بہت بڑے ہیں اور فلاں بزرگ چھوٹے ہیں، اس طرح اس کو دروازوں کی پیمایش میں لگا دیتا ہے، جب کہ اس کا فریضہ یہ تھا کہ وہ اپنی اصلاح کی فکر کرتا اور اپنی مناسبت کا شیخ تلاش کرتا۔ اس کے متعلق حضرت والد صاحب نے ایک عجیب و غریب جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ والے تو محض دروازے ہیں لیکن اس بے وقوف کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ دینے والا کون ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ دینے والا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ نیز یہ کہ کبھی چھوٹے دروازے سے بہت بڑی چیز مل جاتی ہے اور کبھی بڑے دروازے سے بہت معمولی چیز ملتی ہے، اس لیے دروازے کی بڑائی چھوٹائی نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اللہ والوں کے پاس اخلاص کے ساتھ جانا چاہیے اور دعا مانگ کر جانا چاہیے، دو رکعت پڑھ کر اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے جانا چاہیے۔ جتنا اپنے دل کے آئینہ کو صاف کر کے ان کی مجلس میں بیٹھیں گے اتنا ہی ان سے زیادہ فیض پہنچے گا۔

ذرائع نہیں مقصود منزل ہوتی ہے

مرشدی و مولائی محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

سے ایک صاحب نے اپنا تعارف کرایا کہ میں پائلٹ ہوں، ایئر بس اڑاتا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا ایئر بس تو چھوٹا جہاز ہے اور جمبو بڑا جہاز ہے۔ پھر فرمایا کس راستے پر جہاز اڑاتے ہو؟ کہا جدہ روٹ پر۔ فرمایا لوگ اس جہاز پر سفر کرتے ہیں؟ کہا جی سیٹ بھی مشکل سے ملتی ہے۔ فرمایا کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ ہم چھوٹے جہاز پر سفر نہیں کریں گے۔ کہا بالکل نہیں۔ فرمایا چوں کہ سب کا مقصود بیت اللہ ہے اور یہ چھوٹا جہاز بھی وہیں لے کر جاتا ہے اس لیے کوئی اعتراض نہیں کرتا، اسی طرح ہر اللہ والے سے اللہ ملتا ہے اور نسبت عطا ہوتی ہے، اس لیے پیمایش کی کوشش بہت ہی نامناسب بات ہے، بلکہ مضر بھی ہے، اس لیے جس سے مناسبت معلوم ہو اس سے اصلاحی تعلق قائم کرلے، اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ نسبت مع اللہ عطا ہو جائے گی۔

نسبت کی چار قسمیں

بزرگوں نے نسبت کی چار قسمیں بتلائی ہیں۔ فتح العزیز میں سورۂ علق کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو لوگ بزرگوں کے پاس جاتے ہیں ان کو چار قسم کی نسبتیں عطا ہوتی ہیں۔

پہلی قسم نسبتِ انعکاسی

جو شخص شروع شروع میں ان کے پاس جاتا ہے، اس وقت اس کو جو نسبت عطا ہوتی ہے، اس نسبت کا نام نسبتِ انعکاسی ہے۔ اس وقت اتنا بڑا مجمع بیٹھا ہے اور ہر ایک کے دل کا عکس دوسرے پر پڑ رہا ہے۔ جیسے سورج نکلا ہوا ہو اور اس کی روشنی میں چالیس پچاس آئینے رکھ دیے جائیں تو ہر ایک آئینے پر سورج کا عکس پڑتا ہے۔ اللہ والے آفتابِ ہدایت ہیں، جب آدمی ان کے پاس بیٹھتا ہے تو اس آفتابِ ہدایت کا عکس ان بیٹھنے والوں کے دلوں پر پڑتا ہے۔ جو لوگ شروع شروع میں آتے ہیں ان کے دل کی بھی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اس نورِ ہدایت کی صحبت کی برکت سے وہ دنیا کا غم بھول جاتے ہیں اور دنیا کی پریشانیاں دل سے ختم ہو جاتی ہیں، اور آخرت یاد آنی شروع ہو جاتی ہے۔

اس کی مثال بھی عجیب ہے کہ جس طریقے سے آدمی کو عطر کی دکان پر عطر کی خوشبو

ضرور ملتی ہے اسی طرح مجمع میں ہر ایک کے دل کا عکس دوسرے پر پڑ رہا ہوتا ہے جو نفع سے خالی نہیں، اس وقت اتنا بڑا مجمع بیٹھا ہوا ہے، کسی کے دل میں اللہ کی محبت دس ڈگری ہے، کسی کے دل میں بیس ڈگری ہے، کسی کے دل میں پچاس ڈگری ہے۔ سب کی محبت کے انوار فضا میں ملے ہوئے ہیں اور ایک کا عکس دوسرے پر پڑ رہا ہے، اس لیے اس نسبت کو نسبتِ انعکاسی کہتے ہیں۔ لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ نسبت میرا ذاتی فعل ہے، ذاتی کمال ہے۔ یہ ذاتی چیز نہیں ہے، جیسا کہ جب تک عطر فروش کے پاس بیٹھے رہیں گے خوشبو ضرور ملتی رہے گی، لیکن جب اٹھ کر چلے جائیں گے پھر وہ خوشبو نہیں ملے گی، وہ کیفیت اس وقت ختم ہو جائے گی۔

صحبتِ شیخ سے امراض کی تشخیص ہوتی ہے

نسبت ایک عظیم نعمت ہے، مگر اپنا کمال نہیں ہے، بلکہ عطائے حق ہے۔ یہ سب ان کے کرم کے کرشمے ہیں۔ اس لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص اپنے آپ کو مستقل بالذات سمجھتا ہے، وہ اسی وقت مستقل بدذات ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ ہمیشہ اپنے اوپر اللہ والوں کا سایہ قائم رکھو۔ آدمی کو اپنا عیب نظر نہیں آتا، صحبتِ شیخ سے اس کے امراض کی تشخیص ہوتی ہے اور اس کا علاج ہوتا ہے۔“

حضرت والد صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ

شیخ جب ڈانٹتا ہے تو شیخ کی ڈانٹ سے مرید کا سارا روحانی ڈینٹ نکل جاتا ہے۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں لگائی جاتی ہے

دوسری قسم نسبتِ القائی

نسبت کی دوسری قسم کا نام نسبتِ القائی ہے، یعنی اب اللہ کی طرف سے خاص نورِ ہدایت القاء ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ایک دعا یاد آئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے کہ

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ[۱۸]

---

[۱۸] جامع الترمذی: ۲/۱۸۶، باب ما جاء فی جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

یعنی اے اللہ! نیک باتیں ہمارے دلوں میں ڈال دیجئے اور نفس کی بُرائیوں
سے بچنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائیے۔

جب نسبتِ القائی عطا ہوتی ہے تو تمام اچھی باتیں اس کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور بُری باتیں بُری معلوم ہوتی ہیں، اس کا دل محسوس کرتا ہے کہ یہ بُرائی ہے، یہ گناہ ہے، یہ ٹی وی اور وی سی آر گناہ ہیں، داڑھی منڈانا گناہ ہے، انگریزی بال رکھنا گناہ ہے، ٹخنے سے نیچے شلوار لٹکانا گناہ ہے اور وہ خود بخود گناہ چھوڑنے لگتا ہے، اور بُرائیوں سے نفرت ہوتی چلی جاتی ہے، نیکیوں کی رغبت بڑھتی چلی جاتی ہے اور بُرائیوں سے نفرت بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

نسبتِ القائی نسبتِ انعکاسی سے قوی ہوتی ہے

یہ نسبتِ القائی نسبتِ انعکاسی سے قوی ہوتی ہے، اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کہیں ایک چراغ جل رہا ہے، اس کی بتی بھی موٹی ہے اور اس میں تیل بھی بہت زیادہ ہے تو چاہے کتنی ہی تیز ہوا چلے، ہوا کے جھونکے اس کو بجھا نہیں سکتے، اب اندھیرے میں جبکہ ہر شخص پریشان ہے، بہت دور ایک چراغ جلتا ہوا نظر آتا ہے تو ہر شخص اپنی اپنی بتی لے کر اس چراغ کے پاس جاتا ہے اور اس سے اپنا چراغ جلا کر اپنے گھر لے آتا ہے اور راستے میں پورا خیال رکھتا ہے کہ کہیں میرا یہ چراغ بجھنے نہ پائے۔ جب ہوائیں تیز چلتی ہیں تو کبھی اس کے اوپر کی طرف اپنا ہاتھ رکھتا ہے، کبھی اس کو کسی آڑ میں لے جاتا ہے، کبھی اس میں تیل ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ یااللہ! میری یہ بتی بجھنے نہ پائے، اس طرح اللہ اللہ کرتے کرتے کسی طرح وہ گھر پہنچتا ہے۔ جب گھر میں اس کو رکھتا ہے تو اپنا گھر اس سے روشن ہو جاتا ہے، پھر محلے والوں کی نظر پڑ جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ اس گھر میں یہ روشنی کہاں سے آگئی؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں بزرگ (کے چراغِ قلب) سے یہ روشنی حاصل کی ہے، پھر دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی بتی لے کر وہاں پہنچتے ہیں اور اسی طریقے سے چراغ جلا کر اپنے اپنے گھروں پر لے آتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ سب چھوٹے چھوٹے چراغ ہلکی ہلکی ہواؤں سے اگرچہ نہیں بجھتے لیکن جب ہوائیں تیز چلتی ہیں تو اس سے اس قسم کے چراغ بجھ بھی جاتے ہیں۔ اس دورِ پُر فتن میں ہر طرف جو گناہوں کی ہوائیں چل رہی ہیں اس سے دل کی روشنی کے یہ چراغ کبھی کبھی بجھ بھی جاتے ہیں۔

تیسری قسم نسبتِ اصلاحی

نسبت کی تیسری قسم نسبتِ اصلاحی ہے۔ یہ نسبت پہلی اور دوسری نسبت کے یہ بہت ہی قوی تر نسبت ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔ تفسیر فتح العزیز میں اس کی مثال بھی عجیب و غریب دی ہے، فرماتے ہیں کہ جیسے ایک دریا بہہ رہا ہے، جو بالکل لبالب ہے اور اس کا پانی بہت شیریں بھی ہے اور ٹھنڈا بھی ہے اور ہر وقت تیزی کے ساتھ رواں دواں بھی ہے، اس دریا سے قریب ایک شخص کی زمین ہے، وہ اس کی کھدائی کر کے اس میں نہر بنا رہا ہے، کھدائی کرتے کرتے جب دریا کے قریب پہنچتا ہے تو نرم مٹی اچانک گر جاتی ہے اور تیزی کے ساتھ اس نہر میں پانی آتا ہے اور پوری نہر بالکل بھر جاتی ہے۔ اب اس نہر سے متصل زمین میں تازگی پیدا ہو کر اس میں خوب پھل آنے لگتے ہیں اور وہاں کے باغات بھی خوب پھلنے پھولنے لگتے ہیں اور تمام چرند و پرند اس سے سیر اب ہونے لگتے ہیں، اب علاقے کے دور دور تک انسان اور جانور سب کے سب اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں جب کہ قریبی باغات بھی ہر وقت خوب خوب سر سبز و شاداب اور بار آور ہو رہے ہیں، ہواؤں اور فضاؤں میں بھی ٹھنڈک اور شادابی کے مفید اثرات پھیل رہے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ اسی طرح سے جو لوگ اہل اللہ کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں ان کی صحبت و تربیتوں سے اپنے قلب کی زمین کی کھدائی کر کے اس میں سے روحانی نہر حاصل کرتے ہیں جس سے وہ خود بھی فیض یاب اور شاداب ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ایک دنیا ان سے مستفید اور آباد ہوتی ہے، اسی کو اصطلاحِ صوفیا میں نسبتِ اصلاحی کہتے ہیں۔

نسبتِ اصلاحی حاصل ہونے کے بعد خدانخواستہ اگر کبھی کوئی چھوٹی موٹی لغزش یا بے اصولی واقع ہو جاتی ہے تو اس سے نسبت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے جیسا کہ دریا کی طغیانی اور تیز بہاؤ کے اندر اگر کوئی درخت گر گیا تو اس سے تھوڑی دیر کے لیے پانی ہلکا سا رکتا تو ہے لیکن پیچھے سے پانی اور لہروں کا اس قدر تیز پریشر ہوتا ہے کہ آن کی آن میں درخت اور کوڑا کرکٹ وغیرہ سب اس کے تیز بہاؤ کے ساتھ بہہ جاتے ہیں اور راستہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ تو اللہ والوں کے قلب و جاں میں دریائے نسبت مع الحق کی کیا کچھ طغیانی ہوتی ہے، اس پر حضرت والد صاحب دامت برکاتہم کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے۔

نہ جانے کتنی نہریں ہوئیں میرے دریا سے جاری
مگر پھر بھی میرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

چوتھی قسم نسبتِ اتحادی

نسبت کی چوتھی قسم کا نام نسبتِ اتحادی ہے جو کہ ہزاروں لاکھوں مریدین میں سے کسی ایک دو خوش نصیبوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔ اس نسبت میں یہ ہوتا ہے کہ مرید اپنے شیخ پر بالکل عاشق ہو جاتا ہے، غایتِ شوق و محبت سے اس کو دیکھتا رہتا ہے، اس کی ایک ایک بات کو غور سے سنتا ہے اور اس پر کاربند ہوتا ہے، اس کے اندر ایک پیاس ہوتی ہے اور چاہتا ہے کہ جو کچھ اخلاق و صفات و روحانی نعمتیں اور جو کچھ انوار و برکات مرشد کی ذات میں ہیں سب میرے اندر منتقل ہو جائیں۔ بس اس پر ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے، سراپا شوق و محبت بن جاتا ہے، سو جان سے شیخ پر فدا ہونا چاہتا ہے۔ ذکر وغیرہ جو کچھ شیخ بتاتا ہے آنکھ بند کر کے اس پر عمل کرتا ہے، شیخ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ ہر وقت محبت سے شیخ کو دیکھتا رہتا ہے اور یہ دعا بھی کرتا ہے کہ اے اللہ! جو اوصاف و اخلاق اور اپنی راہ کی جو نعمتیں آپ نے شیخ کو عطا کی ہوئی ہیں، اپنے کرم کے صدقے وہ سب میرے اندر منتقل فرما دے۔ پھر اس کی سیرت، صورت، چال ڈھال، رفتار و گفتار ہر چیز میں شیخ کے ساتھ ایک عجیب خصوصیت اور مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض وقت ظاہری شکل میں بھی عجیب سی تبدیلی آ جاتی ہے۔ الغرض، سراپا وہ اپنے شیخ کا فیض بن جاتا ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مصداق بن جاتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا[۱۹]

۱۹؎ شرح حصن المسلم: ۱/۶۹ (۱۹)

یااللہ! آپ میرے دل میں نور پیدا کر دیجیے (اور اسی طرح) میری بینائی میں نور اور میری شنوائی میں نور اور میرے داہنے نور اور میرے بائیں نور اور میرے پیچھے نور اور میرے پٹھوں میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بال میں نور اور میری زبان میں نور اور میرے نفس میں نور بنادے اور مجھے نورِ عظیم عطا فرما اور مجھے سراپا نور بنادے اور کر دے میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور۔ بس آپ مجھے سراپا نور ہی نور کر دیجیے۔

الغرض وہ اس حدیث پاک کا مصداق بن جاتا ہے، سر تا پا فیض اور نور بن جاتا ہے۔ اب اس کے دماغ سے افکارِ نورانی صادر ہوتے ہیں اور اس کی زبان سے، آنکھوں سے اور کانوں سے اعمالِ نورانی صادر ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کے ہاتھ سے اور پاؤں سے بھی افعالِ نورانی صادر ہوتے ہیں۔ یعنی اس کے اقوال، افعال، اعمال، احوال، اس کی حرکات و سکنات ہر چیز میں نور ہوتا ہے اور وہ ہر بات میں اپنے شیخ کے فیض کو بالکل محسوس کرتا ہے۔ تو یہ نسبت جب حاصل ہوتی ہے تو وہ اللہ کے راستے میں اس تیزی سے آگے بڑھتا ہے جیسے آندھی اور طوفان آتا ہے اور اس سے بڑی بڑی چیزیں بھی اکھڑ جاتی ہیں۔ یہ نسبتِ اتحادی جن کو حاصل ہوتی ہے وہ خود بھی آندھی اور طوفان کی طرح اڑتے ہیں، اپنے متعلقین کو بھی آندھی اور طوفان کی طرح اڑاتے ہوئے اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں پہنچا دیتے ہیں اور تھوڑے ہی دنوں میں ایسی کایا پلٹ ہوتی ہے کہ وہ خود حیران رہ جاتے ہیں کہ ہم کیا تھے اور اب کیا ہو گئے ہیں اور بزبانِ حال خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

اس لیے کہتا ہوں کہ بزرگوں کی صحبت میں رہ کر تو دیکھیے! کیسے کیسے حالات بدل جاتے ہیں۔ ایک شخص اپنے بُرے سے بُرے حالات کے ساتھ وہاں آتا ہے۔ پھر یکایک دیکھتا ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے، داڑھی رکھنا کتنا مشکل تھا، اب الحمدللہ چند ہی دنوں کے اندر میں نے داڑھی رکھ لی ہے۔ مجھ سے غیبت کی منحوس عادت چھوٹ گئی جب کہ غیبت مجھ کو بہت ہی مرغوب تھی، اب ٹخنہ کے نیچے کپڑا لٹکانا دشوار ہو گیا۔ چند دن کی صحبت بھی کیا کچھ رنگ لاتی ہے۔ سبحان اللہ! بہرحال یہ نسبتِ اتحادی دیگر تمام نسبتوں سے قوی تر ہے۔

نسبت منتقل کرنے کا عجیب واقعہ

دہلی میں ایک بزرگ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں۔ اتنے بڑے بزرگ تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ نے بھی ان سے فیض حاصل کیا، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شارح مشکوٰۃ نے بھی ان سے استفادہ کیا۔ ایک دفعہ رات کے وقت حضرت خواجہ صاحب کے گھر کچھ مہمان آگئے۔ مہمان نوازی کے لیے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ حضرت بہت پریشان ہوئے کہ اب کہاں سے ان کے کھانے کا انتظام ہوگا، اتنے میں ایک نانبائی جو حضرت کا خادم بھی تھا، کبھی کبھی مجلس میں حاضر ہوجایا کرتا تھا اور قریب ہی میں اس کا ایک جھونپڑا تھا، اس کو کسی طرح پتا چل گیا تھا تو وہ جلدی سے کھانا پکا کر دستر خوان سجا کر حضرت کے پاس پہنچا اور کہا کہ حضرت! یہ آپ کے مہمانوں کے لیے کھانا لایا ہوں، اس سے حضرت کو اتنی خوشی ہوئی کہ جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، اور اللہ والوں کی ذات کے واسطے جب کوئی کچھ خدمت کرتا ہے، اس سے ان کو اللہ والوں کی دعائیں ملتی ہیں۔ بعض حالات میں اللہ والوں کو اپنی خدمت سے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی خوشی اس وقت ہوتی ہے کہ جب کوئی مہمان ان کے پاس آجائے اور کوئی بندۂ خدا اس وقت ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام کردے۔ اس وقت دل و جان سے دعائیں نکلتی ہیں۔ تو اس وقت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی کہ یا اللہ! یہ آپ نے کہاں سے سارا انتظام کردیا، میں تو پریشان تھا اور گھر میں اس وقت کچھ بھی نہیں تھا۔ تو حضرت نے انتہائی خوشی کے اس عالم میں نانبائی سے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس نے کہا حضرت جی! مجھے اپنے جیسا بنادیجیے۔ حضرت نے فرمایا کچھ اور چیز مانگ لے۔ اس نے کہا حضرت! مجھے اور کچھ نہیں چاہیے، بس مجھے اپنے جیسا بنادیجیے۔ حضرت نے فرمایا اچھا! پھر حضرت اس کو اپنے کمرے میں لے گئے اور کمرے کا دروازہ بند کردیا اور اس پر خاص توجہ ڈالی۔ کچھ دیر میں وہ ساری نسبتیں اور نعمتیں جو حضرت کے اندر تھیں، سب اس کے اندر منتقل ہوگئیں۔ جو دروازہ کھولا اور دونوں نکلے تو سارے مریدین و متعلقین حیران و پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہوگیا، دونوں کی شکلیں بالکل ایک جیسی ہوگئی تھیں کہ فرق کرنا مشکل ہوگیا، فرق تھا تو صرف اتنا کہ حضرت خواجہ صاحب بالکل اطمینان و سکون کے ساتھ تھے اور وہ نانبائی مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ یعنی تحمل مشکل

ہو گیا اور چند روز کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ محبت و معرفت اور اللہ سے تعلق کا جو مقام حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سالہا سال کی ریاضت و مجاہدات سے بتدریج حاصل کیا تھا، اس شخص کو چند لمحے میں وہ چیز حاصل ہو گئی اس لیے اس کا قلب اس کو برداشت نہ کر سکا۔ آدمی مجاہدات کرتا جاتا ہے، اس کے دل میں نور بڑھتا جاتا ہے اور اس کے اندر قوتِ برداشت بڑھتی جاتی ہے اور اس سے اعتدال پیدا ہوتا ہے۔

نسبت کی تعریف

اب رہی یہ بات کہ نسبت کس کو کہتے ہیں؟ تو نسبت تعلق مع اللہ کا نام ہے۔ نسبت جب عطا ہوتی ہے تو اخلاقِ رذیلہ آسانی سے چھوٹ جاتے ہیں اور اخلاقِ حمیدہ اس کے اندر پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ گناہ تیزی سے چھوٹتے رہتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ کی طرف دوڑتا ہوا اور پرواز کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔

مجاہدات سے گھبرانا نہیں چاہیے

رائے پور میں حضرت عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ایک جمِ غفیر ذکر اللہ میں مشغول تھا۔ ایک شخص اپنے دوست کے ساتھ باہر سے آیا۔ اس نے جو دیکھا کہ ہر شخص اپنے ذکر میں مشغول ہے تو اس نے کہا ہم سے یہ چکی پیسی نہیں جاتی۔ جو ساتھی اس کو لے گیا تھا، اس نے اس سے یہ جملہ تین دفعہ کہا اور اس کی آواز حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو حضرت نے پوچھا کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے؟ تو لوگوں نے کہا یہ کہتا ہے کہ مجھ سے یہ چکی پیسی نہیں جائے گی، تو حضرت نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ بیٹے! ابھی چکی پیسنے کا موقع آیا ہی کہاں ہے؟ ابھی تو زمین میں ہل چلانا ہے، پھر زمین کے اندر سے پتھر نکالنا ہے، سانپ، بچھو وغیرہ کو بھگانا ہے، پھر کھاد ڈالنی ہے، پھر اس میں پانی دینا ہے، پھر زمین جب ہموار ہو جائے تو اس میں بیج ڈالنا ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد اس سے فصل آئے گی۔ اس وقت اس کی دیکھ بھال کرنی ہے، پھر جب فصل پک جائے گی تو اس کو کاٹنا ہے پھر میدان میں ڈال کر اس پر بیل چلانا ہے پھر دانے اور بھوسہ الگ الگ کرنا ہے، یہ ساری محنتیں اس پر کرنی ہیں۔ پھر کہیں جا کر چکی کی نوبت

آئے گی، اور تم ابھی سے گھبرا رہے ہو۔ تم تو بنجر زمین لے کر آئے ہو، اس میں ابھی سانپ بچھو گھسے ہوئے ہیں، ابھی تو دل کے اندر سے پتھروں کو ہٹانا ہے، کتنے مجاہدات سے گزرنا پڑے گا، گناہوں کو چھوڑنا پڑے گا، اس کے بعد دل کی زمین تیار ہوگی، پھر اس میں اللہ کی محبت کا بیج بویا جائے گا، پھر اس کی دیکھ بھال کرنی پڑے گی، پھر اس میں فصل آئے گی پھر پختہ ہوگی، اس طرح محنتیں ہوتی رہیں گی تب کہیں جاکے چکی کا نمبر آئے گا، تم تو ابھی سے گھبرا گئے!

معیارِ ولایت نسبت ہے، شہرت نہیں

اور مقصود اہل اللہ کی صحبت سے اللہ کی محبت اور تقویٰ کا حصول ہونا چاہیے، حالاں کہ بہت سے لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ جس بزرگ سے میرا تعلق ہے، وہ مشہور بھی ہیں یا نہیں؟ اخبارات میں ان کا نام بھی آتا ہے یا نہیں؟ تو میرے والد صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ دروازے کی پیمایش مت کرو بلکہ مناسبت کو دیکھو اور یہ دیکھو کہ اصل دینے والا تو اللہ ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

یہ پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ میرے مرشد محیّ السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا مشغلہ ہے؟ اس نے کہا جہاز کا پائلٹ ہوں، پوچھا کس راستے سے سفر ہوتا ہے؟ کہا کراچی سے جدہ جاتا ہوں۔ پوچھا کتنے لوگ اس پر سفر کرتے ہیں؟ کہنے لگا پوری فلائٹ بھر کے سفر کرتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کیا لوگ آپ سے اعتراض نہیں کرتے ہیں کہ ہم چھوٹے جہاز میں اللہ کے گھر نہیں جائیں گے بلکہ بڑے جہاز ہی میں جائیں گے، تو اس نے کہا نہیں! ظاہر ہے کہ ایسا اعتراض بالکل بے جا ہے۔ وہاں تو ہر شخص کا ایک ہی مقصد ہے اللہ کے گھر جانا ہے، چاہے چھوٹے جہاز سے ہو یا بڑے جہاز سے ہو، تو حضرت والا نے فرمایا جس طرح سے بیت اللہ شریف جانے والا جہاز چھوٹا ہو یا بڑا، جب تک اس پر بیٹھو گے نہیں، اللہ کے گھر نہیں پہنچ سکتے اور اگر بیٹھ گئے تو ان شاء اللہ چھوٹا جہاز بھی تمہیں وہیں پہنچائے گا جہاں بڑا پہنچائے گا۔ ایسے ہی اللہ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ کسی اللہ والے سے تعلق قائم نہ کرلو، لہٰذا یہ نہ دیکھو کہ یہ چھوٹا ولی اللہ ہے یا بڑا، اور بیان کرنے والا کون ہے؟ کیسا ہے؟ بلکہ یہ دیکھو کہ کیا بیان کر رہا ہے اور کس کی باتیں سنا رہا ہے؟ دنیا کی طرف نظر مت کرو، اللہ پر نظر رکھو۔

لہٰذا اگرچہ میں نالائق ہوں لیکن حضرات سامعین یہ نہ سوچیں کہ ایک نالائق سامنے بیٹھا ہوا ہے، بیان کر رہا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں سنا رہا ہوں، اللہ کی باتیں سنا رہا ہوں، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنا رہا ہوں اور اپنے بزرگوں سے جو باتیں سنی ہیں وہ سنا رہا ہوں اور وہ بھی اس وجہ سے کہ مرشدی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا حکم ہے کہ جب کچھ دین کی باتیں سنانے کے لیے کہا جائے تو سنا دیا کرو، انکار مت کرو، ورنہ مجھ جیسا شخص آپ جیسے نیک لوگوں کے سامنے کیسے کچھ بیان کرتا۔ تو فرمایا کہ جس طریقے سے بڑے جہاز سے بیت اللہ پہنچ سکتے ہیں، ایسے ہی اگر دل میں بیت اللہ کا ارادہ ہو تو چھوٹے جہاز سے بھی بیت اللہ پہنچ سکتے ہیں۔

اللہ والوں کی صحبت کو غنیمت جان لو

اس لیے کہتا ہوں اے دوستو! اللہ والوں کی صحبت کو غنیمت سمجھ لو، ورنہ بعد میں سوائے افسوس کرنے اور رونے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں علماء و مشائخ کے شیخ، اپنی صدی کے مجدد حکیم الامّت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہو گیا تو حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ روتے تھے اور کہتے تھے ؎

اڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گیا پر ہاتھ میں

اور جب حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے تو سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ رو رو کر یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

جو تھے نوری وہ گئے افلاک پر
مثل تلچھٹ رہ گیا میں خاک پر

بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا
بوم ویرانے میں ٹکراتا رہا

لہٰذا ہم وقت پر اپنے بزرگوں کی قدر کر لیں، ان سے خوب استفادہ کر لیں اور اس مل بیٹھنے کو غنیمت سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ والی حیات نصیب فرمائے اور ہم سب کو اللہ والوں

کی صحبت میں بیٹھ کر ان سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جن چار نسبتوں کا بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم کے صدقہ میں وہ تمام نسبتیں ہم سب کو عطا فرمادے۔ غیر اللہ کی محبت دلوں سے نکال دے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا معرفتِ الٰہیہ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس خوب جمی ہوئی تھی اور دین کی باتیں ہورہی تھیں، اچانک ایک عورت آئی اور اس نے آواز دی کہ حضرت مجھے کچھ کام ہے، تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف ہوکر اس سے پوچھا کہ بتاؤ کیا کام ہے؟ تو اس نے کہا کہ حضرت! مجھ جیسی حسین و جمیل عورت شاید ہی کوئی اور ہو، پھر بھی میرا شوہر مجھے پسند نہیں کرتا اور مجھے چھوڑ کر غیروں کی طرف دیکھتا ہے، یہ کہہ کر اس نے اپنا نقاب ہٹادیا۔ جیسے ہی اس نے نقاب ہٹایا، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چیخ ماری اور وہیں بے ہوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اِفاقہ ہوا تو متعلقین نے پوچھا کہ حضرت کیا واقعہ ہوگیا ہے؟ فرمایا کہ اس عورت نے کہا کہ میں اس وقت دنیا کی حسین ترین عورت ہوں اور اس کو یہ غم ہے کہ میرے حسنِ بے مثال کے ہوتے ہوئے میرا شوہر غیر عورتوں کی طرف کیوں دیکھتا ہے تو فوراً مجھے خیال آیا کہ قیامت کے دن اگر حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھ سے یہ پوچھ لیا کہ مجھ جیسے جمیل اور مجھ جیسے پیارے مالک کے ہوتے ہوئے تم نے غیروں کی طرف کیوں دیکھا؟ تو ہمارا کیا حال ہوگا؟

اہل اللہ پر جمالِ خداوندی کا ظہور ہوتا ہے

اللہ والے کبھی اللہ کا جلال دکھاتے ہیں اور کبھی اللہ کا جمال دکھاتے ہیں، اللہ والوں کے جلال و جمال میں حق تعالیٰ ہی کے جلال و جمال کا ظہور ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

کبھی ہے دل میں جمال تیرا کبھی ہے دل میں جلال تیرا
اب ہے دل اور خیال تیرا کسی کا اس میں گزر نہیں ہے

ہم لوگ اللہ والوں کے پاس آتے جاتے رہیں، ان شاء اللہ دن بہ دن حالات میں تبدیلی آتی چلی جائے گی۔ بقول حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔

یونہی آپ آتے جاتے رہیں گے
محبت کا پھل اپنا پاتے رہیں گے

جو لوگ باقاعدہ بزرگوں کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں اور یہاں حضرت والد صاحب دامت برکاتہم کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں، وہ حضرات پہلے سے آج تک کے اپنے حالات کا ذرا جائزہ لے لیں اور سر سے لے کر پاؤں تک ایک نظر ڈال لیں تو پتا چلے گا کہ اس آنے جانے نے کیا کام کیا اور کہاں سے کہاں پہنچا دیا، پھر بزبانِ حال یہ شعر پڑھیں گے۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

اے ربِّ کریم! بہت سے نالائق آپ کی رحمت سے لائق بن گئے، کتنے گناہ گار آپ کی رحمت سے ولی اللہ ہو گئے۔ اے ربِّ کریم! ہم سب کو توبہ کی توفیق عطا فرمائیے، اپنے دوستوں کی حیات نصیب فرمائیے۔ اے ربِّ کریم! ہمیں ایسا ایمان اور یقین، ایسا خوف نصیب فرمائیے کہ ہر سانس آپ پر فدا ہو جائے، ایک سانس بھی آپ کو ناراض نہ کریں۔ اللہ ربّ العزت ہم سب کو عمل کی توفیق عنایت فرمائے، تقویٰ والی حیات نصیب فرمائے۔ یہ مقرر اس کا زیادہ محتاج ہے، اللہ پاک میری اور تمام سامعین کی اصلاح فرما دے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

محمد مظہر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۲۰ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاءاللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کر کے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَفِرُّوا اللُّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِاعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَہٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْھَکُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقر عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْيَةِ وَهِيَ مَادُوْنَ الْقَبْضَةِ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں۔ اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بدنظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آ بھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِہِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الۡعَیۡنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَالۡمَنۡظُوۡرَ اِلَیۡہِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بد نظری کرنے والے پر
اور جو خود کو بد نظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بد دُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بد دعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ

اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بدنظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ و رسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہوجانا یا پرانے گناہوں کو یاد کرکے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہوجائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰه اَللّٰه پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

قرآن پاک میں تقویٰ حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ بتایا گیا ہے یعنی متقیوں کی صحبت میں بیٹھنا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صحبتِ اہل اللہ کا ایک عظیم الشان فائدہ بیان کرتے ہیں کہ صحبتِ اہل اللہ سے ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی۔

حلیم الامت حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اپنے اس وعظ ''حصولِ تقویٰ اور صحبتِ اہل اللہ'' میں قرآن پاک، احادیثِ مبارکہ اور اکابر اولیاء کے ارشادات کی روشنی میں یہ بات مختلف مثالوں سے واضح فرماتے ہیں کہ جیسے گلاب کے پاس رہنے سے مٹی میں خوشبو پیدا ہوجاتی ہے اسی طرح اہلِ محبت کے پاس رہنے سے خدا کی محبت اور دین کے ساتھ مناسبت حاصل ہوجاتی ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہی کی وجہ سے وہ فضیلت ملی کہ آج کوئی امام اور فقیہ اور کوئی بڑے سے بڑا ولی، ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس بلند رتبہ پانے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا، آپ کی صحبت ان کو نصیب ہوئی تھی۔ اسی سے صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت کھل کر واضح ہوجاتی ہے۔

MW002